مولانا قاضی محمد اطہر مبارکپوری

ہجرت سے پہلے مدینہ کی درسگاہیں

بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد ہی مدینہ منورہ میں قرآن اور دین کی تعلیم کا چرچا ہوگیا تھا اور قبیلہ انصار کی دونوں شاخ اوس اور خزرج کے عوام اور اعیان و اشراف جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے اور ہجرت عامہ سے دو سال قبل ہی وہاں مساجد کی تعمیر اور قرآن کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہوگیا تھا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔

لقد لبثنا بالمدينة قبل ان يقدم علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم سنتين نعمر المساجد ونقيم الصلوة[1]	ہمارے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے دو سال پہلے ہی ہم لوگ مدینہ میں مسجدوں کی تعمیر اور نماز کی ادائیگی میں مشغول تھے۔

اس دو سالہ درمیانی مدت میں تعمیر شدہ مساجد میں نماز کے امام ان میں معلمی کی خدمت بھی انجام دیتے تھے، اسی کے ساتھ اس مدت میں تین مستقل درسگاہیں بھی جاری تھیں اور ان میں باقاعدہ تعلیم ہوتی تھی، اس وقت تک صرف نماز فرض ہوئی تھی اس لیے قرآن کے ساتھ نماز کے احکام و مسائل اور مکارم اخلاق کی تعلیم دی جاتی تھی یہ تینوں درسگاہیں اس طرح جاری تھیں کہ شہر مدینہ اور اس کے انتہائی کناروں اور آس پاس کے مسلمان آسانی کے ساتھ تعلیم حاصل کرسکیں پہلی درسگاہ قلب شہر میں مسجد بنی زریق میں تھی جس میں حضرت رافع بن مالک زرقی رضی اللہ عنہ تعلیم دیتے تھے دوسری درسگاہ مدینہ کے جنوب میں تھوڑے فاصلہ پر مسجد قبا میں تھی، جس میں حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ امامت و معلمی کے فرائض انجام دیتے تھے، اسی سے متصل حضرت سعد بن خثیمہ رضی اللہ عنہ کا مکان واقع تھا جو بیت العزاب کے نام سے مشہور تھا اور جہاں مکہ مکرمہ سے آتے ہوئے مہاجرین مقیم تھے اور تیسری درسگاہ مدینہ سے کچھ فاصلے پر شمال میں نقیع الخضمات نامی علاقہ میں تھی جس میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پڑھاتے تھے اور حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کا مکان گویا مدرسہ تھا۔

ان تین مستقل درسگاہوں کے علاوہ انصار کے مختلف قبائل اور آبادیوں میں قرآن اور دینی احکام کی تعلیم جاری تھی

---

[1] وفاء الوفاء ج ۱ ص ۲۵۰

اور ان کے معلم و منتظم انصار کے رؤساء اور اعیان اور بااثرات حضرات تھے، مکہ مکرمہ میں ضعفاء و مساکین نے سب سے پہلے دعوتِ اسلام پر لبیک کہا اور وہاں کے بڑوں کے مظالم کا شکار ہوئے اور مدینہ منورہ کے مسلمانوں کا معاملہ اس کے بالکل برعکس تھا، یہاں سب سے پہلے اعیان و اشراف اور سردارانِ قبائل نے برضا و رغبت اسلام قبول کرکے اس کی ہر طرح کی مدد کی، خاص طور سے قرآن کی تعلیم کا معقول انتظام کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

مایفتح من مصر او مدینۃ عنوۃً، فانّ المدینۃ فتحت بالقرآن۔ کچھ ملک اور شہر زور و زبردستی سے فتح ہوتے ہیں، مدینہ قرآن کے ذریعے فتح ہوا ہے۔

مدینہ کی مذکورہ بالا تینوں درسگاہوں میں باتفاق علمائے سیر و مغازی سب سے پہلے قرآن کی تعلیم مسجد بنی زریق میں ہوئی۔

اول مسجد قرئ فیہ القرآن بالمدینۃ مسجد بنی زریق۔ سب سے پہلی مسجد جس میں مدینہ میں قرآن پڑھا گیا بنی زریق کی مسجد ہے۔

پہلی درسگاہ مسجد بنی زریق اس درسگاہ کے معلم حضرت رافع بن مالک زرقیؓ قبیلہ خزرج کی شاخ بنی زریق سے ہیں، بیعت عقبہ اولیٰ کے موقع پر مسلمان ہوئے اور دس سال کی مدت میں جس قدر قرآن نازل ہوا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عنایت فرمایا جس میں سورۃ یوسف بھی شامل تھی اپنے قبیلہ کے نقیب و رئیس تھے اور ان کا شمار مدینہ کے کاملین میں تھا، اس وقت کی اصطلاح میں کامل ایسے شخص کو کہا جاتا تھا جو نوشت و خواند، تیر اندازی اور تیراکی میں ماہر اور کامل ہو، حضرت رافع بن مالک ان اوصاف کے حامل تھے، انہوں نے مدینہ واپس آنے کے بعد ہی اپنے قبیلہ کے مسلمانوں کو قرآن کی تعلیم پر آمادہ کیا اور آبادی میں ایک بلند جگہ (چبوترے) پر تعلیم دینی شروع کی، مدینہ میں سب سے پہلے سورہ یوسف کی تعلیم حضرت رافع ہی نے دی تھی اور یہاں کے پہلے معلم و مقری یہی ہیں، بعد میں اسی چبوترہ پر مسجد بنی زریق کی تعمیر ہوئی جو قلب شہر میں مصلی (مسجد غمامہ) کے قریب جنوب میں واقع تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لانے کے بعد حضرت رافعؓ کی تعلیمی و دینی خدمات اور ان کی سلامتی طبع کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے[۱] اس درسگاہ کے استاد اور اکثر شاگرد قبیلہ خزرج کی شاخ بنی زریق کے مسلمان تھے۔

دوسری درسگاہ مسجد قبا دوسری درسگاہ مدینہ کے جنوب میں تھوڑے فاصلہ پر مسجد قبا میں تھی جہاں مسجد کی تعمیر ہوئی، بیعت عقبہ کے بعد بہت سے صحابہ جن میں ضعفائے اسلام کی اکثریت تھی، مکہ سے ہجرت کرکے مقام قبا میں آنے لگے اور قلیل مدت میں ان کی اچھی خاصی تعداد ہو گئی، ان میں حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہؓ قرآن کے سب سے بڑے عالم تھے وہی ان حضرات کو تعلیم دیتے تھے اور امامت بھی کرتے

---

[۱] طبقات ابن سعد ج ۱۔ الاصابہ ج ۲ ص ۱۹۰، وفاء الوفاء ج ۲ ص ۸۵، فتوح البلدان ص ۴۵۹۔

تھے، یہ تعلیمی سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری تک جاری تھا، عبدالرحمن بن غنمؓ کا بیان ہے۔

حدثنی عشرۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالوا کنا نتدارس العلم فی مسجد قبا اذ خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال تعلموا ما شئتم ان تعلموا فلن یاجرکم اللہ حتی تعملوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دسیوں صحابہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ہم لوگ مسجد قبا میں علم دین پڑھتے پڑھاتے تھے۔ اسی حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آتے اور فرمایا کہ تم لوگ جو چاہو پڑھو، جب تک عمل نہیں کروگے اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو اجر و ثواب نہیں دیگا۔

(جامع بیان العلم ج ۲ ص ۶)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قبا کے مہاجرین میں متعدد حضرات قرآن کے عالم و معلم تھے، ان میں حضرت سالم مولی ابو حذیفہؓ سب سے زیادہ علم رکھتے تھے اور وہی امامت کے ساتھ تدریسی خدمت میں بھی نمایاں تھے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے۔

لما قدم المهاجرون الاولون العصبة موضع بقباء قبل مقدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یؤمهم سالم مولی ابی حذیفة وکان اکثرهم قرآناً[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے مہاجرین اولین کی جماعت جب عصبہ آئی جو قبا کی ایک جگہ ہے تو ان لوگوں کی امامت سالم مولی ابو حذیفہ کرتے تھے، وہ ان میں قرآن کے سب سے بڑے عالم تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ رات میں حضرت سالم کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو اظہار پسندیدگی کر کے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری امت میں سالم جیسا قرآن کا عالم و قاری پیدا کیا ہے، نیز آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ ان چاروں قرآن کے عالموں و قاریوں سے قرآن پڑھو، عبداللہ بن مسعود، سالم مولی ابو حذیفہ، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم، حضرت سالمؓ ایک غزوہ میں مہاجرین کے علمبردار تھے، بعض لوگوں کو ان کی قیادت میں کلام ہوا تو انہوں نے کہا کہ بئس حامل القرآن انا، یعنی ان فررت یعنی اگر میں جنگ سے فرار ہوا تو میں برا حامل قرآن ہوں اور غزوہ کرتے رہے یہاں تک کہ ان کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تو جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا اور وہ بھی زخمی ہوگیا تو بغل میں لے لیا اور جب زخمی ہو کر گر گئے تو اپنے آقا حضرت ابو حذیفہ کا حال دریافت کیا اور جب معلوم ہوا کہ وہ شہید ہو گئے تو کہا کہ مجھ کو ان ہی کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ حضرت ابو حذیفہ نے سالم کو اپنا بیٹا بنا لیا تھا[2] ان تصریحات سے حضرت سالم کے علم و فضل اور قرآن میں ان کے امتیاز کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے اور یہ کہ وہی قبا کی درسگاہ میں تعلیمی خدمت بھی انجام دیتے تھے۔

[1] صحیح بخاری باب امامۃ العبد والمولی [2] الاصابہ ج ۳ ص ۵۷۔

یہاں حضرت ابوخثیمہ سعد بن خثیمہ اوسی رضی اللہ عنہ کا مکان گویا مدرسہ قبا کے طلبہ کے لیے دارالاقامہ تھا، وہ اپنے قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے نقیب و رئیس تھے، بیعت عقبہ کے موقع پر اسلام لائے، مجرد تھے اور ان کا مکان خالی تھا اس لیے اس میں ایسے مہاجرین قیام کرتے تھے جو اپنے بال بچوں کو مکہ مکرمہ چھوڑ کر آتے تھے یا جن کے آل اولاد نہیں تھے، اسی وجہ سے ان کے مکان کو بیت العزاب اور بیت الاعزاب کہا جاتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے وقت قبا میں حضرت کلثوم بن ہدم رضؓ کے مکان میں فروکش تھے اسی کے قریب حضرت سعد بن خثیمہ کا بیت العزاب تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موقع بہ موقع وہاں تشریف لے جاتے اور مہاجرین کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے، یہ مکان مسجد قبا سے متصل جنوبی سمت میں تھا اور یہیں وار کلثوم بن ہدم بھی تھا[1] اس درسگاہ کے استاد اور شاگرد دونوں مہاجرین اولین تھے، جن میں مقامی مسلمان بھی تھے۔

تیسری درسگاہ نقیع الخضمات تیسری درسگاہ مدینہ کے شمال میں تقریباً ایک میل دور حضرت اسعد بن زرارہ رضؓ کے مکان میں تھی جو حرہ بنی بیاضہ میں واقع تھا یہ آبادی بنو سلمہ کی بستی کے بعد نقیع الخضمات نامی علاقہ میں تھی، جو نہایت سرسبز و شاداب اور پرفضا علاقہ تھا، یہاں خضیمہ نام کی نرم و نازک اور خوش رنگ گھاس اگتی تھی، اسی طرف سے وادی عقیق میں سیلاب آتا تھا، بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہاں گھوڑوں کی چراگاہ بنائی تھی۔

یہ درسگاہ اپنے محل وقوع کے اعتبار سے پرکشش ہونے کے ساتھ اپنی جامعیت اور افادیت میں دونوں مذکورہ درسگاہوں سے مختلف اور ممتاز تھی، بیعت عقبہ میں انصار کے دونوں قبائل اوس اور خزرج کے نقبا اور رؤسا نے دعوت اسلام پر لبیک کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مدینہ میں قرآن اور دین کی تعلیم کے لیے کوئی معلم بھیجا جاتے تو ان کے اصرار پر آپ نے حضرت مصعب بن عمیر رضؓ کو روانہ فرمایا، ابن اسحاق کی روایت کے مطابق بیعت عقبہ اولی کے بعد ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضؓ کو انصار کے ساتھ مدینہ روانہ فرمایا۔

فلما انصرف عنه القوم بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم معهم مصعب بن عمير بن هاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصي، وامره ان يقرئهم القرآن ويعلمهم الاسلام، ويفقههم فى الدين فكان يسمى المقرئ بالمدينة مصعب

جب انصار بیعت کر کے لوٹنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ مصعب بن عمیر رضؓ کو روانہ فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ وہ وہاں لوگوں کو قرآن پڑھائیں، اسلام کی تعلیم دیں اور ا[illegible]ین کی بصیرت اور صحیح سمجھ پیدا کریں، چنانچہ حضرت مص[illegible] مدینہ میں مقری کے لقب سے مشہور ہوتے، اور ان کا قیام حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہ رضؓ

[1] سیرت ابن ہشام ج ۱ صـ۴۹۳

وکان منزله علی اسعد بن زرارة بن عدس ابی امامة [1] کے مکان میں تھا،

حضرت مصعب بن عمیر ابتدائی دور میں اسلام لائے تھے، ناز و نعمت میں پلے ہوئے تھے، جب ان کے مسلمان ہونے کی خبر خاندان والوں کو ہوئی تو انہوں نے سخت سزا دے کر مکان کے اندر بند کر دیا مگر حضرت مصعبؓ کسی طرح نکل کر مہاجرین حبشہ میں شامل ہوگئے، بعد میں مکہ واپس آئے اور مدینہ کی طرف ہجرت کی، حضرت براء بن عازبؓ کا بیان ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہ خزرجی نجاری بیعت عقبہ اولیٰ میں اسلام لائے اپنے قبیلہ کے نقیب تھے، وہ انصار کے نقباء میں سب سے کمسن تھے، ان کا انتقال سنہ۱ھ میں ہوا جب کہ مسجد نبویؐ کی تعمیر ہو رہی تھی، قبیلہ بنو نجار کے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپؐ ہمارے لیے کسی کو نقیب مقرر فرما دیں، آپؐ نے فرمایا کہ میں خود تم لوگوں کا نقیب ہوں، ایک قول کے مطابق وہ بیعت عقبہ سے پہلے ہی مکہ جا کر مسلمان ہو گئے تھے اور انصار مدینہ میں وہ پہلے مسلمان ہیں۔

یہ دونوں حضرات قرآن کی تعلیم اور اسلام کی اشاعت میں ایک دوسرے کے شریک تھے، حضرت مصعب بن عمیرؓ قرآن کی تعلیم کے ساتھ اوس اور خزرج دونوں قبائل کی امامت بھی کرتے تھے اور ایک سال کے بعد جب اہل مدینہ کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کا لقب مقری یعنی معلم مشہور ہو چکا تھا۔ حضرت اسعد بن زرارہ نے جمعہ کی فرضیت سے پہلے ہی مدینہ میں نماز جمعہ کا اہتمام کیا، اس کی بھی امامت عام طور سے حضرت مصعب بن عمیرؓ کیا کرتے تھے، اسی لیے نماز جمعہ کے قیام کی نسبت بعض روایتوں میں ان کی طرف کی گئی ہے، حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہمراہ حضرت ابن ام مکتومؓ بھی آئے تھے اور وہ بھی قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے حضرت براء بن عازبؓ کا بیان ہے۔

اول من قدم علینا مصعب بن عمیرؓ وابن ام مکتومؓ وکانوا یقرءون الناس [2]

سب سے پہلے ہمارے یہاں مدینہ میں مصعب بن عمیرؓ اور ابن ام مکتومؓ آئے اور یہ حضرات لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے۔

بخاری کی ایک روایت میں ہے فکانا یقرآن الناس یعنی یہ دونوں حضرات لوگوں کو پڑھاتے تھے [3]۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو خاص طور سے تعلیم کے لیے بھیجا تھا اور حضرت ام مکتومؓ ان کے ساتھ تھے اس لیے اس درسگاہ کی تعلیمی سرگرمی میں ان کا تذکرہ نہیں آتا ہے، ویسے بھی ابن ام مکتومؓ نابینا تھے۔

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۱ ص۴۳۴۔ واسد الغابہ ج ۴ ص۳۶۹ [2] بخاری باب مقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینة [3] فتح الباری ج ۷ ص۲۰۳ طبع اول بولاق مصر ۱۳۰۱ھ۔

اور محدود طریقہ پر یہ خدمت انجام دیتے تھے، ان کا نام عمرو، یا عبداللہ بن قیس ہے، حضرت خدیجہ کے ماموں زاد بھائی اور قدیم الاسلام صحابی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام طور سے غزوات میں ان کو مدینہ کا امیر مقرر فرماتے تھے اور وہی نماز پڑھاتے تھے، اس درسگاہ کے ایک طالب علم حضرت براء بن عازبؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل ہی میں نے طوال مفصل کی کئی سورتیں یاد کر لی تھیں۔

نقیع الخضمات کی یہ درسگاہ صرف قرآنی مکتب اور مدرسہ ہی نہیں بلکہ ہجرت عامہ سے پہلے مدینہ میں اسلامی مرکز کی حیثیت رکھتی تھی، اوس اور خزرج کے درمیان ایک مدت سے قبائلی جنگ برپا تھی آخری معرکہ حرب بعاث کے نام سے مشہور ہے جو ہجرت سے پانچ سال قبل ہوا تھا، ان جنگوں میں دونوں قبائل کے بہت سے آدمی مارے گئے تھے جن میں ان کے اعیان و اشراف بھی تھے اور دونوں قبائل باہمی کشت و خون سے چور ہو چکے تھے اسی حال میں اسلام ان کے حق میں رحمت ثابت ہوا اور بقول ام المومنین حضرت عائشہؓ حرب بعاث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے کا سبب بنا[1] دونوں قبائل کے افراد میں باہمی نصرت کی بو باس اسلام لانے کے بعد بھی باقی تھی۔ ایک قبیلہ والے دوسرے قبیلہ کی امامت پر اعتراض کر سکتے تھے اس لیے دونوں قبائل نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کی امامت پر اتفاق کیا۔

فکان مصعب بن عمیرؓ یومھم وذلک ان الاوس والخزرج کرہ بعضھم ان یومہ بعض فجمع بھم اول جمعۃ فی الاسلام۔

مصعب بن عمیرؓ ان سب کی امامت کرتے تھے کیونکہ اوس اور خزرج ایک دوسرے کی امامت کو ناپسند کرتے تھے اور دونوں قبائل کو جمع کرکے اسلام میں پہلا جمعہ قائم کیا۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت حال کے پیش نظر حضرت مصعب بن عمیرؓ کو لکھا کہ اہل مدینہ کو جمعہ پڑھائیں، پہلی نماز جمعہ میں صرف چالیس مسلمان شریک ہوئے بعد میں ان کی تعداد چار سو ہو گئی پہلے جمعہ کو ایک بکری ذبح کی گئی اور اس سے نمازیوں کی ضیافت ہوئی جس سے دونوں قبائل کے لوگوں میں باہمی الفت اور خیر خواہی کا جذبہ پیدا ہوا[2] اسی کے ساتھ یہودیوں کے یوم السبت کی مذہبی رونق کے مقابلہ میں یہاں کے مسلمانوں میں اس سے ایک دن پہلے عید الاسبوع (ہفتہ کی عید) کی مسرت و اجتماعیت کا مظاہرہ ہوا، گویا یہودیوں کے مقابلہ میں یہ پہلا جرأت مندانہ اجتماعی اور دینی مظاہرہ تھا۔

نیز نقیع الخضمات کی اس دینی درسگاہ اور اسلامی مرکز کی وجہ سے مدینہ کے یہودیوں کے دینی و علمی مرکز

---

[1] بخاری باب ایام الجاہلیۃ۔

[2] تفصیل کے لیے طبقات ابن سعد، سیرت ابن ہشام اور وفاء الوفاء وغیرہ ملاحظہ ہو۔

بیت المدارس واقع فہر کی حیثیت کم ہوگئی جہاں وہ جمع ہوکر تدریس وتعلیم اور دعا خوانی کے ذریعہ مذہبی سرگرمی جاری جاری رکھتے تھے[1] اور اوس وخزرج یہودیوں سے بے نیاز ہوکر اپنے علمی ودینی مرکز سے وابستہ ہوگئے، اسلام سے پہلے اوس اور خزرج میں لکھنے پڑھنے کا رواج بہت کم تھا اور اس بارے میں وہ یہودیوں کے محتاج تھے البتہ چند لوگ لکھنا جانتے تھے، ان ہی میں رافع بن مالک زرقی رض زید بن ثابت رض، اسید بن حضیر رض، سعد بن عبادہ رض، ابی بن کعب رض وغیرہ تھے[2] ان میں اکثر ہجرت عامہ سے پہلے مسلمان ہوکر تعلیم وتدریس میں سرگرمی دکھاتے تھے اور نقیع الخضمات کے مرکز سے ان کا خصوصی ربط وتعلق تھا اور اوس وخزرج کے مختلف قبائل اس علمی ودینی مرکز سے وابستہ تھے، ان تین مستقل درسگاہوں کے علاوہ اس زمانہ میں مدینہ کے مختلف علاقوں اور قبیلوں میں تعلیمی مجالس وحلقات جاری تھے، خاص طور سے بنو نجار، بنو عبدالاشہل، بنو ظفر، بنو عمرو بن عوف، بنو سالم وغیرہ کی مسجدوں میں اس کا انتظام تھا اور عبادہ بن صامت رض، عتبہ بن مالک رض، معاذ بن جبل رض، عمر بن سلمہ رض، اسید بن حضیر رض، مالک بن حویرث رضی اللہ عنہم ان کے امام ومعلم تھے۔

ان درسگاہوں کے نصاب تعلیم کے سلسلے میں یہ جاننا ضروری ہے کہ اس تک عبادات میں صرف نماز فرض ہوتی تھی اور بیعت عقبہ کے وقت انصار مدینہ سے بیعت نساء (عورتوں کی بیعت) لی گئی تھی یعنی یہ کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے، نہ چوری کریں گے، نہ زنا کریں گے، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گے نہ کسی پر بہتان لگائیں گے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معروف میں نافرمانی کریں گے، ان درسگاہوں میں قرآن کی تعلیم کے ساتھ ان ہی امور کے بارے میں تعلیم وتربیت دی جاتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رض کو تین باتوں کا حکم دیا تھا۔

وامرہ ان یقرئھم القرآن، ویعلمھم الاسلام، ویفقھھم فی الدین۔ — ان کو قرآن پڑھائیں اور اسلام کی تعلیم دیں اور ان میں دین کی بصیرت پیدا کریں۔

اس ہدایت کے مطابق ان درسگاہوں میں جس قدر قرآن اس مدت میں نازل ہوا تھا اس کی تعلیم دی جاتی تھی عام طور سے آیات وسورتیں زبانی یاد کرائی جاتی تھیں، انصار نے بیعت میں جن باتوں کا اقرار کیا تھا ان پر عمل کی تلقین وتاکید کی جاتی تھی، یہ درسگاہیں رات دن صبح، شام کی قید سے آزاد تھیں اور ہر شخص ہر وقت ان سے استفادہ کرتا تھا۔

---

[1] الاشتقاق لابن درید ص ۲۶ [2] فتوح البلدان ص ۴۵۹